





2 ص
32

مجاہدین پر کیا کیا پابندیاں ہیں

لشکر اسامہ سے جب صدیق اکبر جدا ہونے لگے۔ تو آپ نے سپہ سالار کو یہ دس نصیحتیں فرمائیں ——— خیانت نہ کرنا۔ دھوکا نہ دینا۔ غنیمت کا مال نہ چھپانا۔ کسی کے اعضاء کاٹنا۔ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ کھجور کے درختوں کو نہ اکھیڑنا اور نہ ان کو جلانا۔ کسی پھلدار درخت کو نہ کاٹنا۔ کسی کی بکری، گائے، اور اونٹ کو ذبح نہ کرنا۔ تم ایسے لوگوں کے پاس گزرو گے جو دنیا سے الگ تھلگ ہو کر اپنی خانقاہوں میں بیٹھے ہونگے ان کو نہ چھیڑنا ——— ان نصیحتوں کو بار بار پڑھیں اور غور کریں۔ کہ اسلام نے مجاہدین (اسلامی لشکر) کو کن اخلاق فاضلہ کی تعلیم دی ہے اور اسلام اپنے دشمنوں اور مخالفوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک پسند کرتا ہے کیا ان نصیحتوں میں کہیں بھی وحشت و درندگی کیلئے کوئی راستہ کھل سکتا ہے؟

ہم اپنے مسلمان حکمرانوں سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ صدیق اکبر کے نقش قدم پر چلیں ——— (اسلامی حکومت کے نقش و نگار)

3-01-75

(۳) سُبحانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ ۔ وَسُبحانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ ۔۔۔۔ وَ سُبحانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا بَیْنَ ذٰلِکَ ۔۔۔۔ وَسُبحانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا ھُوَ خَالِقٌ ۔۔۔۔

ترجمہ: سبحان اللہ ساری آسمانی مخلوق کی تعداد کے مطابق۔ سبحان اللہ ساری زمینی مخلوقات کی تعداد کے مطابق۔ سبحان اللہ زمین و آسمان کے درمیان کی ساری مخلوقات کی تعداد کے مطابق۔ سبحان اللہ اس ساری مخلوقات کی تعداد کے مطابق جس کو وہ ابد الآباد تک پیدا کرنے والا ہے۔

اور اللہ اکبر اسی طرح ۔ اور الحمد للہ اسی طرح ۔ اور لا الٰہ الا اللہ اسی طرح ۔ اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ اسی طرح۔

۔۔۔۔ (جامع ترمذی ۔ ابی داؤد)

تشریح: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ زیادہ ثواب حاصل کرنے کا ایک طریقہ جس طرح کثرت ذکر ہے ۔ اسی طرح ایک آسان تر طریقہ یہ بھی ہے ۔ کہ اس کے ساتھ ایسے الفاظ شامل کر دیئے جائیں۔ جو کثرت تعداد پر دلالت کرنے والے ہوں۔ جیسا کہ مندرجہ بالا دونوں حدیثوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے۔

یہاں یہ بات ملحوظ رکھنے کی ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض حدیثوں میں کثرت ذکر کی ترغیب دی ہے اور قریب قریب وہ حدیث گزر چکی ہے ۔ جس میں آپ نے روزانہ سو دفعہ سُبحانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کہنے والے کو گناہوں کے معاف کئے جانے کی خوشخبری سنائی ہے ۔ اس لئے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ اس حدیث اور اس سے پہلے والی حضرت جویریہؓ کی حدیث سے کثرت ذکر کی نفی یا ناپسندیدگی سمجھنا ہرگز صحیح نہ ہوگا ۔ ان دونوں حدیثوں کا منشا اور مدعا دراصل یہ ہے کہ زیادہ ثواب حاصل کرنے کا ایک زیادہ آسان طریقہ یہ بھی ہے ۔ اور خاص کر وہ لوگ جو اپنے مخصوص حالات کی وجہ سے ذکر اللہ کے لئے زیادہ وقت فارغ نہ کر سکیں ۔ وہ اس طرح سے بھی بڑا ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں فرمایا ہے کہ جس شخص کا مقصد اپنے باطن اور اپنی زندگی کو ذکر کے رنگ میں رنگنا ہو ۔ اس کو کثرت ذکر کا طریقہ اختیار کرنا ناگزیر ہے ۔ اور جس کا مقصد ذکر سے صرف ثواب اخروی حاصل کرنا ہو ۔ اس کو ایسے کلمات ذکر کا انتخاب کرنا چاہئے ۔ جو معنوی لحاظ سے زیادہ فائق اور وسیع تر ہوں ۔ جیسے کہ ان دونوں حدیثوں میں مذکور ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عہد نبوی میں تسبیح کا رواج تو نہیں تھا ۔ لیکن بعض حضرات اس مقصد کے لئے گٹھلیاں یا سنگ ریزے استعمال کرتے تھے ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس سے منع نہیں فرمایا ۔ ظاہر ہے کہ اس میں اور تسبیح کے دانوں کے ذریعہ شمار میں کوئی فرق نہیں ۔ بلکہ تسبیح دراصل اسی کی ترقی یافتہ اور سہل شکل ہے ۔ جن حضرات نے تسبیح کو بدعت قرار دیا ہے ۔ بلا شبہ ان سے بھول ۔۔۔

اعلان داخلہ مدرسہ امینیہ

(یادگار مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ)

مدرسہ امینیہ مقام حیات بلاک ۱۳ سرگودھا میں عرصہ چودہ سال سے دینی خدمت سر انجام دے رہا ہے جس میں مندرجہ ذیل شعبے قائم ہیں:

۱۔ **درسی کتب**: اس شعبہ کے اساتذہ محنت و جانفشانی سے خدمت سر انجام دیتے ہیں۔ مستعد اور شوقین طلبہ کو حضرت لاہوریؒ کے انداز پر تفسیر قرآن پاک پڑھانے کا بھی فیصلہ کیا گیا ہے ۔ جو دس ماہ کے عرصے میں ختم ہوگی۔

۲۔ **حفظ و ناظرہ**: شہری طلبہ کے علاوہ بیرونی طلبہ کے لیے حفظ و ناظرہ کا بھی انتظام ہے ۔ قرآن پاک کو ترتیل اور تجوید کے ساتھ پڑھاتے ہیں ۔ مدرسہ کی منتظمہ نے مجموعی ۲۵ طلبہ کے داخلہ کا فیصلہ کیا ہے طلبہ کرام مدرسہ کی دینی خدمات سے فائدہ اٹھائیں اور داخلہ لیں۔

الداعی: شہاب الدین مہتمم مدرسہ امینیہ مقام حیات ۔ سرگودھا

اختر کاشمیری

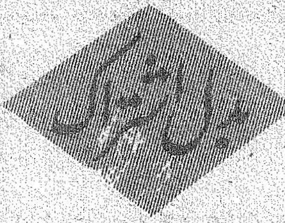
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



۱۵ر ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ
۳ر جنوری ۱۹۷۵ء

جلد ــــــ ۲۰

شمارہ ــــــ ۳۲



سالانہ	۲۶/- روپے
ششماہی	۱۴/- روپے
سہ ماہی	۷/- روپے
فی شمارہ	۶۰ پیسے

چیف ایڈیٹر

جانشین شیخ التفسیر

مولانا عبید اللہ انور

سُنتا جا، شرماتا جا!

خدام الدین ایک دینی رسالہ ہے اور اس کا مزاج بھی دینی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اس کا اس نظریہ پر بھی پختہ یقین ہے کہ۔ ع

"جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی"

اس لیے بسا اوقات بعض سیاسی مسائل پر تبصرہ کرنا بھی اس کے لیے ناگزیر ہو جاتا ہے

گزشتہ دنوں لیگ کے ایک سیاسی رہنما نے موچی دروازہ لاہور میں تقریر کرتے ہوئے از راہِ شوخی قائد جمعیت مولانا مفتی محمود کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ:

"جب مفتی محمود نے سرحد کی وزارتِ علیا سے استعفاء دیا تو ان کا خیال تھا کہ لوگ اُن کی زبردست تائید کریں گے اور نعرے لگیں گے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ مفتی محمود نے اس مایوسی کا مجھ سے ذکر کیا تو میں نے کہا۔ آپ سیاست میں نئے ہیں۔ یہاں ایک دن لوگ زندہ باد کہتے ہیں دوسرے دن مردہ باد اور تیسرے دن جب پیچھے مڑ کر دیکھا جاتا ہے تو نہ زندہ باد والے نظر آتے ہیں نہ مردہ باد والے"

اگر ہم اس بے قاعدہ مضراب پر کوئی باقاعدہ نغمہ اٹھائیں یا جوابِ آں غزل کے طور پر کوئی طرح مصرعہ دیں تو موصوف بلبلا اٹھیں گے — سوال یہ ہے کہ مفتی محمود نے کب اور کہاں آپ سے خفیہ مذاکرات کیے تھے جہاں اس مایوسی کا اظہار کیا؟

اگر ایسا ہوا ہے تو کیا آپ کا سیاسی دماغ اس قدر کمزور ہے کہ اس کے اظہار کے لیے اس سے پہلے آپ کی چھٹی حس کبھی بیدار نہ ہوئی؟

آپ کے تو ولولے اور انداز نئے، فکر و نظر کے زاویے نئے، قیادت و سیادت نئی۔ ساتھی اور رفقاءِ کار نئے اور نوجوان بلڈ! اُن کو چھوڑ کر ان ادھیڑ عمر اور پرانے خیالات کے مفتیوں

اور مولویوں سے آپ کے مذاکرات ایسی نئی خبر ہے کہ جیسے کوئی آکر یہ کہہ دے کہ ہندوستان کے مسٹر چھاگلہ لیگ کے صدر بن گئے ہیں۔

یہ ٹھیک ہے کہ نہ ہر روز روزِ عید ہوتا ہے اور نہ ہر شب شبِ براۃ، سیاست میں لوگ ۴۳ میل لمبا جلوس بھی نکالتے ہیں۔ اور ۲۷ میل لمبا معافی نامہ بھی لکھ دیتے ہیں، مفتی محمود ایسی سیاست سے یقیناً ناآشنا ہیں، ان کو شریف لوگوں نے کبھی مردہ باد نہیں کہا۔ اور نہ کاسہ لیس گداؤں نے کبھی زندہ باد کہا ہے کیونکہ مفتی محمود اسلامی سیاست کے داعی ہیں، لادینی سیاست کے قائل نہیں۔ جہاں تک ان کے سیاست میں نووارد ہونے کی بات ہے تو ہمارا خیال ہے کہ مقرر موصوف کو سہو ہو گیا ہے۔ اگر وہ دماغ پر تھوڑا زور دیں تو ان کو یہ بات ضرور یاد آ جائے گی کہ جب موصوف کا سیاسی تولد ہو رہا تھا اس وقت مفتی محمود بھی "پبلک لائف" میں موجود تھے اور اپنے اکابر کی قیادت میں انگریزی سامراج کے خلاف جنگِ آزادی لڑ رہے تھے۔

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

تحریک ختم نبوت کے دوران تحریک استقلال کی غیر جانبدارانہ روش نے اسے مسلمانانِ پاکستان کی نظر میں پہلے ہی مشکوک بنا رکھا تھا لیکن اس کے بعض ذمہ دار افراد کی طرف سے بے وقت کی راگنی شکوک و شبہات کو مزید تقویت دے رہی ہے تحریک استقلال کے سابق سیکرٹری جنرل ملک غلام جیلانی نے ۲۴ دسمبر کے روزنامہ نوائے وقت کے مطابق قادیانیوں کے بارے میں قومی اسمبلی کے فیصلے کو غلط قرار دیتے ہوئے مرزا ناصر کو مسلمان قرار دیا ہے۔ گویا جس فیصلے پر مرزا ناصر کو تبصرہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی اس پر ملک صاحب کی طبیعت گدگدا گئی ہے۔ اسی کو کہتے ہیں۔

مدعی سست اور گواہ چست

ہم ملک صاحب سے عرض کریں گے یہ مسئلہ ککے زئی اور افغان کا نہیں بلکہ قادیانی اور مسلمان کا ہے اور قادیانی عالم اسلام کے قلب میں ناسور اور پاکستان کے ماتھے پر ایک بدنما داغ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر اس کے باوجود بھی وہ اُن کو مسلمان قرار دینے پر مُصر ہیں تو ہم سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ: ع

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

شمعِ محفل بجھ گئی!

قارئینِ خدام الدین یہ خبر نہایت رنج و الم کے ساتھ پڑھیں گے کہ قطب عالم حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا بشیر احمد پسروری انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کے شاگردِ خاص اور حضرت لاہوریؒ کے خلیفہ مجاز تھے اور حضرت علیہ الرحمۃ سے بڑی محبت رکھتے تھے۔ سنتِ رسولؐ کے پابند اور اسلاف کے نمونہ تھے۔ آپ ۱۹۲۴ء میں ڈیرہ غازیخان سے نقل مکانی فرما کر پسرور آئے تھے۔

اللہ تعالٰے مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے متوسلین اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ادارہ خدام الدین ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

خدام الدین کے آئندہ شمارے میں

آئین شریعت کانفرنس کے سلسلے میں

* قائد جمعیت مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود کے قلم سے ایک فکر انگیز ادارتی نوٹ۔

●

* "قادیانی مسئلہ" پر مدیرِ "الحق" مولانا سمیع الحق کے سوالات

اور

* مدیرِ اعلیٰ "خدام الدین" جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور کے پُر مغز جوابات۔
* "قربانی کا تاریخی پس منظر" مولانا محمد اجمل خان کے قلم سے ایک ایمان افروز مقالہ، ایک نیا اسلوبِ فکر اور دلچسپ اندازِ بیان

(مدیر معاون)

فریضۂ حج

عبودیت و بندگی اور اسلامی اخوت و مساوات کا عالمگیر مظاہرہ ہے

خطبہ جمعہ
۱۳ دسمبر ۱۹۷۴ء

مرتب
عبدالرشید انصاری

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم : بسم اللہ الرحمن الرحیم

فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ○

(سورہ آل عمران)

اس میں ظاہر نشانیاں ہیں۔ مقام ابراہیم ہے اور جو اس میں داخل ہو جائے وہ امن والا ہو جاتا ہے اور لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا اللہ کا حق ہے جو شخص اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو اور جو انکار کرے تو پھر اللہ جہان والوں سے بے پروا ہے۔

حضرات! آج کے خطبہ جمعہ کا عنوان ہے کہ حج پر صاحب استطاعت مسلمان پر فرض ہے اور یہ آیت اسی حکم ربی کے بیان میں نازل ہوئی ہے۔

حج اللہ تعالیٰ کے دربار میں اجتماعی حاضری اور ملت اسلامیہ کے تمام افراد میں اتحاد و یگانگت اور مساوات و برابری کا وہ عظیم مظاہرہ ہے جس میں عملاً رنگ و نسل اور ملکی و علاقائی تعصبات کی دیواریں منہدم ہو جاتی ہیں۔

حج کے مقدس دنوں میں دنیا بھر سے صاحب استطاعت مسلمان اللہ کے حضور ایک جگہ ایک لباس میں جمع ہوتے ہیں اور سب کی دیوانہ وار ایک ہی صدا ہوتی ہے کہ اے اللہ! ہم حاضر ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ تو ہی معبود برحق ہے۔ اے اللہ! ہم تیرے حضور حاضر ہیں۔ یہ سب کچھ انسان صرف اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے کرتا ہے۔ اور اس مقصد کے لیے اس کا اپنے ماں باپ، بیوی بچوں سے الگ ہونا، سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا اور مال خرچ کرنا اپنا فریضہ عبدیت و بندگی ادا کرنے کے لیے ہے۔

اور اسی لیے ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اللہ کے رسول نے حج اور قربانی کی ہے، یہ سنت ابراہیمی ہے لیکن جو شخص انکار کرتا ہے اور ہمت و استطاعت ہونے کے باوجود حج نہیں کرتا ہے تو قرآن کا اعلان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ○

خانہ کعبہ اللہ کا گھر ہے جو پوری دنیا کے لیے مرکز عبادت قرار دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں انوار و تجلیات کے نزول کا مرکز ہے۔ یہ زمین جب سے معرض وجود میں آئی ہے اسی وقت سے خانہ کعبہ کو یہ فضیلت حاصل ہے۔ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ۔ اور صفا و مروہ کی پہاڑیوں پر جہاں سعی کی جاتی ہے حضرت ہاجرہ اپنے لخت جگر سیدنا اسمٰعیل کے لیے پانی کی تلاش میں ان پہاڑیوں میں دوڑی تھیں اور ماں بیٹے کو اس جگہ پر اللہ کے حکم سے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام وعلی نبینا کو چھوڑ کر گئے تھے۔ اس مقدس گھرانے کا اس وادی بے آب وگیاہ میں سکونت اختیار کرنا صرف حکم خداوندی کی تعمیل کے لیے تھا۔

رضائے الٰہی کی خاطر یہ بھوک اور پیاس اور صرف اللہ پر بھروسہ کرنا، یہاں سکونت اختیار کرنا۔ اور پھر ایک پاک بندی کا ان پہاڑیوں میں یوں تن تنہا دوڑنا اللہ کو اس قدر پسند آیا کہ آنے والوں کے لیے اسے فرض قرار دے دیا۔ ہر حاجی کے لیے ضروری ہے السعی بین الصفا والمروۃ ان دونوں کے درمیان دوڑے۔ یہ شعائر اللہ میں سے ہے اور اسی میں مقدس نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کے آس پاس رکھی ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وہاں خصوصیات ابراہیمی کی یادگاریں زبان حال سے تمہیں بتائیں گی جس کو وسعت ہو وہ وہاں جائے تاکہ مشاہدہ کر کے خصوصیات ابراہیمی کا رنگ پائے دوسری گفتگو اگر تم ایک مرکز پر جمع ہو کر اس کے فوائد سے متمتع نہیں ہونا چاہیے تو اس کا نقصان تمہیں ہی پہنچے گا۔ خدا تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑ سکتا۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو امسال حج کیلئے اللہ کے گھر میں پہنچے ہوئے ہیں۔ ہمیں حکم ہے کہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر ذی الحجہ کو دس گیارہ اور بارہ تاریخ کے تین دنوں میں ہمت ہو تو قربانی کریں اور اپنے اپنے شہر میں ایک جگہ اکٹھے ہو کر نماز عید ادا کریں۔

(انسانی نسل کشی کا دوسرا نام)

خاندانی منصوبہ بندی؟

بڑا کنبہ بڑا ثواب

- حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو لوگ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے ان میں سے ایک وہ ہوگا جس کا کنبہ بڑا ہو۔ اور اس کے اعمال تقویٰ سے آراستہ ہوں"۔ (ابن خزیمہ و ترمذی ترغیب ص۱۵ جلد۳)
- —— حضرت کعب بن عجرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "جو اپنے چھوٹے بچوں کو پالنے کیلئے دوڑ دھوپ کرتا ہے' اسے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔ (طبرانی برجالہ الصحیح ترغیب ص۱۶ جلد۳)
- —— آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "جب بندے کے گناہ زیادہ ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے بال بچوں کے فکر میں مبتلا کر دیتا ہے۔ تاکہ اس غم و فکر کی وجہ سے اس کے گناہ مٹتے رہیں —— (احمد احیاء العلوم ص۳۲ جلد۲)
- —— حجۃ الاسلام امام غزالیؒ لکھتے ہیں "بعض ایسے گناہ ہوتے ہیں جن کو بال بچوں کا فکر اور معاش کا غم ہی مٹا سکتا ہے —— (احیاء العلوم ص۳۲ جلد۲)
- —— حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جب ایک میدان جنگ میں جہاد کر رہے تھے۔ اپنے ساتھیوں سے فرمایا "کیا تم جانتے ہو کہ ہمارے اس جہاد کے عمل سے کس کا عمل بہتر ہے؟ —— پھر خود ہی فرمایا —— "جس کے بال بچے زیادہ ہوں، اور کسی کے آگے دستِ احتیاج نہ پھیلاتا ہو اگر وہ رات کو اٹھ کر اپنے بچوں کو جو اوپر سے ننگے سو رہے ہوں۔ اپنی چادر سے ڈھانپ دے تو اس کا یہ معمولی عمل ہمارے اس جہاد سے افضل ہے ——"
- —— ایک شخص نے اپنے شیخ کو لکھا —— "حضرت دعا کیجئے کہ میں بال بچوں کے عذاب سے چھوٹ جاؤں —— آپ نے والپسی جواب میں لکھا —— "اگر عذاب سے چھوٹ جاؤ گے۔ تو ثواب سے بھی چھوٹ جاؤ گے ——"
- —— حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ لکھتے ہیں —— جو حاملہ عورت اپنے بچے کا بوجھ اٹھاتی ہے اُسے رات کو قیام اور دن کو روزہ رکھنے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے —— اور جب وضع حمل کی تکلیف برداشت کرتی ہے تو اُسے اس کی ہر تکلیف کے بدلے میں ایک ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے ——

اور جب ماں اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے۔ وہ جتنی مرتبہ پلائے گی تو اُسے ہر مرتبہ اللہ کی طرف سے ایک اجر عظیم ملتا ہے —— (الحدیث)

غنیۃ الطالبین ص۱۲۲



شہداء بالاکوٹ کا مقام و پیغام

اہل پاکستان کے لئے تازیانۂ عبرت

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

اس معرکہ میں وہ پاک نفوس شہید ہوئے۔ جو عالم انسانیت کے لئے رونق و زینت اور مسلمانوں کے لئے شرف و عزت اور خیر و برکت کا باعث تھے۔ مردانگی و جوانمردی، پاکیزگی و پاکبازی۔ تقدس و تقویٰ، اتباع سنت اور دینی حمیت و شجاعت کا وہ عطر، جو خدا جانے کتنے باغوں کے پھولوں سے کھینچا گیا تھا۔ اور انسانیت اور اسلام کے باغ کا جیسا "عطر مجموعہ" صدیوں سے تیار نہیں ہوا تھا اور جو ساری دنیا کو معطر کرنے کے لئے کافی تھا۔ ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ کو بالاکوٹ کی مٹی میں مل کر رہ گیا۔ مسلمانوں کی نئی تاریخ بنتے بنتے رہ گئی۔ حکومت شرعی ایک عرصہ تک کے لئے خواب بے تعبیر ہو گئی۔ بالاکوٹ کی زمین اس پاک خون سے لالہ زار اور اس گنج شہیداں سے گلزار بنی۔ جس کے اخلاص و للہیت، جس کی بلند ہمتی و استقامت، جس کی جرأت و ہمت اور جس کے جذبۂ جہاد و شوق شہادت کی نظیر پچھلی صدیوں میں ملنی مشکل ہے۔ بالاکوٹ کی سنگلاخ و ناہموار زمین پر چلنے والے بے خبر مسافر کو کیا خبر کہ یہ سرزمین کن عشاق کا مدفن ہے۔ اسلامیت کی کس متاعِ گرانمایہ کا مخزن ہے

یہ بلبلوں کا صبا، مشہد مقدس ہے
قدم سنبھال کے رکھیو یہ تیرا باغ نہیں

اللہ کے کچھ مخلص بندوں نے ایک مخلص بندے کے ہاتھ پر اپنے مالک سے اس کی رضا۔ اس کے نام کی بلندی اور اس کے دین کی فتحمندی کے لئے آخری سانس تک کوشش کرنے اور اس راہ میں اپنا سب کچھ مٹا دینے کا عہد کیا تھا۔ جب تک ان کے دم میں دم رہا۔ اسی راہ میں سرگرم رہے۔ بالآخر اپنے خون شہادت سے پیمانِ وفا پر آخری مہر لگا دی۔ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ۲۴ ذیقعدہ کا دن گزر کر جو رات آئی، وہ پہلی رات تھی۔ جس رات کو وہ سبکدوش و سبک سر ہو کر میٹھی نیند سوئے۔

وہ خلعتِ شہادت پہن کر حیّ کریم کی بارگاہ میں پہنچے۔ وہاں نہ مقاصد کی کامیابی کا سوال ہے۔ نہ کوششوں کے نتائج کا مطالبہ نہ شکست و ناکامی پر عتاب ہے، نہ کسی سلطنت کے عدم قیام پر محاسبہ وہاں صرف دو چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔ صدق و اخلاص اور اپنی مساعی و وسائل کا پورا استعمال، اس لحاظ سے شہداء بالاکوٹ اس دنیا میں بھی سرخرو ہیں۔ اور انشاء اللہ دربار الٰہی میں بھی باآبرو، کہ انہوں نے اخلاص کے ساتھ اپنے مالک کی رضا کے لئے اپنی مساعی اور وسائل کے استعمال میں ذرہ برابر کمی نہیں کی۔ اُن کا وہ خونِ شہادت، جو ہماری مادی نگاہوں کے سامنے بالاکوٹ کی مٹی میں جذب ہو گیا۔ اور اُس کے جو چھینٹے پتھروں پر باقی تھے، ۲۶ ذیقعدہ کی بارش نے اُن کو بھی دھو دیا۔ وہ خون، جس کے نتیجے میں کوئی سلطنت قائم نہیں ہوئی۔ کسی قوم کا مادی و سیاسی عروج نہیں ہوا۔ اور کوئی نخلِ آرزو اس سے سرسبز ہو کر بارآور نہیں ہوا۔ اُس خون کے چند قطرے اللہ کے میزانِ عدل میں پوری پوری سلطنتوں سے وزنی ہیں۔ یہ فقیرانِ بے نوا۔ جنہوں نے عالم مسافرت میں بے کسی کے ساتھ جان دی۔ اور جن کی اب دنیا میں کوئی مادی یادگار نہیں۔ یہ اللہ کے ہاں ان بانیانِ سلطنت اور مؤسسینِ حکومت سے کہیں زیادہ قیمتی اور معزز ہیں۔ جن کی تصویر قرآن نے ان الفاظ میں کھینچی ہے۔

وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ ——— (المنافقون ۴)

ترجمہ:- اور جب تو دیکھے ان کو خوش لگیں تجھ کو اُن کے

ڈیل۔ اور اگر بات کہیں، سنے تو ان کی بات۔ کیسے ہیں، جیسے لکڑی لگادی دیوار سے۔

بیشک شہداء بالاکوٹ کے خون نے دنیا کے سیاسی و جغرافیائی نقشے میں کوئی فوری تغیر نہیں پیدا کیا۔ خونِ شہادت کی ایک مختصر سی سرخ لکیر اُبھری تھی۔ اس کی جگہ نہ جغرافیہ نویس کے طبعی نقشے میں تھی۔ نہ مؤرخ کے سیاسی مُرقع میں۔ لیکن کسے خبر کہ یہ خونِ شہادت دفترِ قضاء و قدر میں کس قدر اہمیت و اثر کا مستحق سمجھا گیا۔ اُس نے مسلمانوں کے نوشتۂ تقدیر کے کتنے دھبے دھوئے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے یہاں، جس کے یہاں محو و اثبات کا عمل جاری رہتا ہے ——

(يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ
أُمُّ الْكِتٰبِ —— الرعد ۱۳ : ۳۹) سے کون سے نئے فیصلے کروائے۔ اُس نے کبھی مستحکم سلطنت کے لئے خاتمہ و زوال اور کسی پس ماندہ قوم کے لئے عُروج و اقبال کا فیصلہ کروایا۔ اس سے کس قوم کا بخت بیدار ہوا۔ اور کس سرزمین کی قسمت جاگی۔ اُس نے کتنی بظاہر ناممکن الوقوع باتوں کو ممکن بنا دیا۔ اور کتنی بعید از قیاس چیزوں کو مشاہدہ و واقعہ بنا کے دکھا دیا۔

یوں تو شہداء بالاکوٹ میں سے ہر فرد کا پیغام یہ ہے —— کہ
يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَلِيْ رَبِّيْ
وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ (یٰسٓ ۳۶ : ۲۷)

مگر گوشِ شنوا اور دیدۂ بینا کے لئے اُن کا مجموعی پیغام یہ ہے کہ ہم ایک ایسے خطۂ زمین کے حصول کے لئے جدوجہد کرتے رہے جہاں ہم اللہ کے منشاء اور اسلام کے قانون کے مطابق آزادی کے ساتھ زندگی گذار سکیں۔ جہاں ہم دنیا کو اسلامی زندگی اور اسلامی معاشرے کا نمونہ دکھا کر اسلام کی طرف مائل اور اُس کی صداقت و عظمت کا قائل کر سکیں۔ جہاں نفس و شیطان۔ حاکم و سُلطان اور رسم و رواج کے بجائے خاص اللہ کی حکومت و اطاعت ہو۔ وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (الانفال ۸ : ۳۹) جہاں طاعت و عبادت اور اصلاح و تقویٰ کے لئے اللہ کی زمین وسیع اور فضا سازگار ہو۔ اور فسق و فجور و معصیت کے لئے زمین تنگ اور فضا ناسازگار ہو۔ جہاں ہم کو صدیاں گذر جانے کے بعد پھر

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا
الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ
وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ —— (الحج ۲۲ : ۴۱) ——

ترجمہ: وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو قدرت دیں ملک میں، تو وہ قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ، اور حکم کریں بھلے کام کا۔ اور منع کریں برائی سے) کی تفسیر اور تصویر پیش کرنے کا موقع مل سکے۔ تقدیرِ الٰہی نے ہمارے لئے اس سعادت و مسرت اور اس آرزو کی تکمیل کے مقابلے میں میدانِ جنگ کی شہادت اور اپنے قرب و رضا کی دولت کو ترجیح دی۔ ہم اپنے رب کے اس فیصلے پر رضامند و خورسند ہیں۔ اب اگر اللہ تعالیٰ نے تم کو دُنیا کے کسی حصے میں کوئی ایسا خطۂ زمین عطا فرمایا۔ جہاں تم اللہ کے منشا اور اسلام کے قانون کے مطابق آزادی کے ساتھ زندگی گزار سکو۔ اور اسلامی زندگی اور اسلامی معاشرے کے قائم کرنے میں کوئی مجبوری مخل اور کوئی بیرونی طاقت حائل نہ ہو۔ پھر بھی تم اس سے گریز کرو۔ اور ان شرائط و اوصاف کا ثبوت نہ دو۔ جو مہاجرین و مظلومین کے اقتدار و سلطنت کا تمغۂ امتیاز ہیں۔ تو تم ایسے کفرانِ نعمت اور ایک ایسی بدعہدی کے مرتکب ہوگے۔ جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ ہم نے جس زمین کے چپے چپے کے لئے جدوجہد کی۔ اور اُس کو اپنے خون سے رنگین کر دیا۔ اکوڑے اور شیدو کے میدان اور تورو اور مایار کی رزم گاہ سے لے کر بالاکوٹ کی شہادت گاہ تک ہمارے خونِ شہادت کی مُہریں اور ہمارے شہیدوں کی قبریں ہیں۔ تم کو خدا نے اس زمین کے وسیع رقبے اور سرسبز و شاداب خطے سپرد فرمائے اور بعض اوقات قلم کی ایک جنبش اور برائے نام کوشش نے تم کو عظیم سلطنتوں کا مالک بنا دیا۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ
لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ —— (یونس ۱۰ : ۱۴)

ترجمہ: پھر ہم نے تم کو اُن کے بعد زمین میں جانشین کیا، تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

اب اگر تم اس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ اور تم نے آزادی کی اس نعمت اور خداداد سلطنت کی اس دولت کو جاہ و اقتدار کے حصول اور حقیر و فانی مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بنایا۔ تم نے اپنے نفوس اور اپنے متعلقین، ملک کے شہریوں اور باشندوں پر خدا کی حکومت اور اسلام کا قانون جاری نہ کیا۔ اور تمہارے ملک اور تمہاری سلطنتیں اپنی تہذیب و معاشرت اور اپنے قانون و سیاست اور تمہارے حاکم اپنے اخلاق و سیرت اور اپنی تعلیم و تربیت میں غیر اسلامی سلطنتوں اور غیر مسلم حاکموں سے

(باقی صفحہ ۲ پر)

پیغمبر اعظم کا منشور اعظم

اسلام ایک مذہب حق ہے۔ جس کا آغاز نیکوکاری سچائی اور صداقت پسندی سے ہوا ہے اور جس کا انجام یقیناً خیر و سلامتی بہتری و برتری، دینی و دنیوی صلاح و فلاح پر ہوگا۔ آغازِ اسلام میں اس کی اس خصوصیت طبعی پر شبہ و اعتراض کرنے والے بہت تھے اور آج بھی ایسے دریدہ دہنوں اور کوتاہ نظروں کی کمی نہیں جن کی نظر میں اسلام کے انجام کا بہتر اور حیاتِ اخروی کا کامیاب ہونا ایک خود ساختہ افسانہ جو صرف لطفِ مجلس کے لیے گھڑ لیا گیا ہے۔ مگر شروع میں وہم کرنے والوں کے یہ تمام وہم و گمان اس طرح غلط ثابت ہوئے جو مذہب انتہائی بے کسی و کس مپرسی کے عالم وحشت میں اپنے چند کمزور نام لیواؤں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ صدیوں اور قرنوں میں نہیں بلکہ سالوں اور مہینوں میں دنیا اسے مشرق و مغرب کے مدفون خزانوں کی کنجیاں دے دینے اور عرب و عجم کے اقتدار و اختیار کے زرنگار و زرتار تخت کو اس لیے خالی کر دینے پر مجبور ہوئی تھی۔ اور آخر میں ایسا ہوگا کہ مآل کار کی تمام خوبیاں اسلام کے لیے وقف ہوں گی۔ اور عالم سماوی کی حیاتِ جاودانی کی تمام راحتیں اس کا حصہ تقدیر بنیں گی ؎

صرف میں حقدار ہوں اس دولت بیداد کا

اس دنیا میں آج تک جو مذاہب بر سر کار اور بر سر اقتدار رہے۔ اور اب ہیں اس کٹھن اور صبر آزما منزل میں پہنچ کر ان کے پاؤں چلنے سے جواب دے دیں گے۔ ان کی ہمتیں شکست کھا جائیں گی اور ان کی سچائی پر ایمان رکھنے والے ہزاروں، لاکھوں اور کروڑوں انسان سخت سراسیمگی اور حیرانی کے عالم میں ہوں گے۔ کیونکہ رسوم و رواج نے ان کی بنیادی صداقتوں کا روپ کچھ سے کچھ کر دیا ہے۔ مگر ٹھیک یہی وہ منزل

ہے جہاں آسمان کی پہنائیاں اسلام کے آگے دست بدستہ کھڑی ہوں گی۔ اور زمین کی وسعت مٹی کے کھلونے کی طرح ان کے ہاتھ میں ہوگی۔ جو کامیابیاں حدِ خیال سے بھی دور ہیں۔ وہ اس کے پاؤں میں لوٹتی پوٹتی ہوں اور جن فتحمندیوں کو اب ہم سے عظیم الشان بعد ہے وہ ہم سے ہم کنار و ہم آغوش ہوں گی۔ شمس و قمر دن اور رات میں اس کے قصرِ معلیٰ کی پاسبانی رہبرداری کریں گے۔ اور سطح ارض پر پھیلے ہوئے یہ کوہ و دشت اس کے لیے وسیع جولان گاہ عمل ہوں گے اور سلام ہو اس نور الاولین والآخرین سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جن کی تعلیمات حقانی اور احکاماتِ ایمانی کے طفیل میں ہمیں رب السموات والارض کی خوشنودئ مزاج کی یہ سعادت اور دین و دنیا میں عزت و کامیابی کا یہ مقام ارفع نصیب ہوا۔ ہزار ہزار سلام ہوں عرب کے اس نبی پر کہ جس کی حکمت بالغہ کے آگے دنیا کے تمام حکماء نادم و عاجز تھے۔ اور جس کے علوم الٰہیہ کے سامنے سارے تاجدارانِ علوم اور کشورکشایانِ فنون خاموش ہو کر رہ گئے۔ ان کی تعلیمات کا ایک حرف ہماری زندگی میں انقلاب پیدا کر گیا۔ اور ان پر عمل کر کے ہی ہمیں دنیا کی بہت بڑی اور طاقتور قوم اور آخرت میں سب سے زیادہ فائز المرام امت بننے کی عزت ملی۔ حق یہ ہے کہ ہماری یہ تمام سعادتیں، یہ تمام فضیلتیں، یہ تمام عزتیں اور یہ سب شرف اسی نبی الانبیاء صلعم کی پیغمبرانہ تعلیمات کا صدقہ ہیں۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے اس کا منبع و مصدر اسی پاک و برتر نبی کی ہستی ہے۔ اور ہمیں جو کچھ ملا ہے اسی سرچشمۂ فیض سے ملا ہے ؎

گرچہ خوردیم نسبتے است بزرگ
ذرۂ آفتاب تابانیم

پھر یہ چاہئیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ارشادات کو بار بار پڑھیں اور ان کے خطبات و کلمات کا پیہم مطالعہ کریں۔ ان کا مطالعہ سعادت دارین اور فلاح کونین کا موجب ہے۔ اس نیک خیال سے ہم آج کی فرصت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ حج الوداع کو حدیث کی معتبر کتابوں سے یہاں نقل کرتے ہیں ؎

دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم پاسباں ہیں اس کے وہ پاسباں ہمارا

خُطبہ حج الوداع

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد عمرے فرمائے۔ مگر حج کا ارادہ ملتوی رکھا۔ ہجرت کے دسویں سال جب مکہ معظمہ فتح ہو گیا اور حج سے متعلق مشرکین کی خود ساز رسوم شرکیہ ختم کر دی گئیں تو آنحضرت نے حج کے ارادہ سے مکہ تشریف لانے کا قصد فرمایا۔ ۲۵ ذیقعد ہفتہ کا روز تھا کہ خدا کا محبوب مدینے سے حج بیت اللہ روانہ ہوا۔ اس وقت آپ کے جلو میں زائرین اور مشتاقانِ جمالِ اقدس کا امنڈتا ہوا سیلاب تھا۔ قبائل عرب میں جہاں جہاں آپ کے اس سفر کی اطلاع ملتی تھی، وہیں سے شمع نبوت کے پروانے جوق در جوق زیارت اور معیت حج کے شوق میں چلے آتے تھے۔ بچے، بوڑھے چہرہ اقدس پر ایک نظر ڈالنے کے مشتاق تھے۔ عورتیں، لڑکیاں، بچیاں بالائے بام آنحضرت صلعم کی سواری کے انتظار میں کھڑی تھیں۔ یہاں تک کہ ۴ ذی الحج یکشنبہ کو یہ پورا قافلہ بلد امین میں داخل ہوا اور ہر شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی میں ارکان حج کی ادائیگی میں مشغول ہو گیا۔ ۹ ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں مسجد نمرہ کے صحن میں جبل رحمت کے زیر سایہ آنحضرت صلعم ایک لاکھ چودہ ہزار مسلمانوں کو خطاب فرما کر اپنی وہ آخری وصیت اجتماعی طور پر سنائی جس میں مذہب و سیاست کے قیمتی اصول مذکور تھے۔ حاضرین وفورِ اشتیاق سے بے خود تھے۔ انہوں نے ارشاداتِ نبوی کے ہر ہر حرف کو محفوظ کر لینے کے لیے اپنے دلوں کے دروازے کھول دیے تھے۔ گوشِ قبول نقشہ او ہیبت سننے کا منتظر تھا اور عالم کے بلند و پست پر نبی کریم کے جمال و جلال کے نہایت گہرے اثرات طاری تھے۔ فرش سے لے کر عرش تک کی ہر چیز ساکن تھی اور موجودات کا ذرہ ذرہ گوش بر آواز

آنحضرت نے حاضرین پر ایک نگاہ ڈالی ؎
وہ اک نگاہ بظاہر نگاہ سے کم ہے۔

اور حمد و ثنا کے بعد ارشاد ہوا۔

"لوگو! سنو! میں تمہیں کھول کر بتاتا ہوں کہ شاید اس سال کے بعد میں تمہیں اس جگہ نہ مل سکوں اور اجتماعی طور پر میری اور تمہاری یہ آخری ملاقات ہو"

اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ یہ میری حیات ظاہری کا آخری سال ہے۔ اور روح مطہر رفیق اعلیٰ سے جا ملنے کی تیاری میں مشغول ہے۔ عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ اور نبوت و رسالت کا بدرِ منیر عنقریب عالمِ فانی کو ظلمت کدہ بنا کر عالم باقی کو منور کرنے والا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ آنحضرت نے رمز و کنایہ میں بتایا۔

پھر فرمایا۔ "لوگو! تمہارا خون، تمہارا مال، تمہاری آبرو تا قیامت اسی طرح ہیں۔ جس طرح اس دن (عرفہ) اس مہینہ (ذی الحجہ) اس

شہر (مکہ معظمہ) میں محرم ہیں۔"

یہ عزت و آبرو کی قیمتی دستاویز تھی جو نبی کرمؐ کی زبانِ فیض ترجمان امت کے آغوشِ طلب میں ڈال دی۔ پھر فرمایا "کیوں؟ میں نے پیغامِ الٰہی تمہیں سنا دیا؟ سب یک زبان ہو کر بول اٹھے کہ "ہاں" آپ نے فرمایا کہ اے خدا تو گواہ رہنا۔"

سلسلہ کلام پھر شروع ہوا۔ فرمایا کہ جس کے پاس مال امانت رکھا ہو وہ اسے اس کے مالک کے سپرد کر دے۔ ان دنوں عرب میں سودی کاروبار پھیلا ہوا تھا۔ جس میں غرباء اور مساکین کا بند بند جکڑا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ کا سودی کاروبار بھی وسیع پیمانہ پر جاری تھا۔ آپؐ نے اس موقع پر حرمت ربوٰ کا اعلان فرمایا اور اس طرح کہ سب سے پہلے اپنے خاندان کو پیش فرمایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"جاہلیت کا سودی لین دین حرام کر دیا گیا اور میں سب سے پہلے چچا عباس کا سود باطل قرار دیتا ہوں۔ عرب میں اگر کسی قاتل یا دشمن پر اس کی زندگی میں دسترس حاصل نہ ہو سکتی تھی تو اس کی اولاد اور پسماندگان سے انتقام لینا خاندانی فرض سمجھا جاتا تھا۔ آپؐ نے اس وحشیانہ اور جاہلانہ رسم کو مٹانے کے لیے سب سے پہلے اپنا نمونہ پیش فرمایا۔"

جاہلیت کے تمام خونی انتقامات باطل کر دیے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان میں سے ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون باطل قرار دیتا ہوں۔ آج ہر جگہ یہ شکایت ہے کہ لوگ وعظ و ارشاد پر کان نہیں دھرتے۔ ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا دیتے ہیں۔ لیکن کیا یہ سچ نہیں کہ اگر کوئی واعظ آقائے دو عالم کی طرح اپنی نصیحت کو اپنی ذات، اپنے خاندان اور کنبہ سے شروع کرے تو سننے والے ضرور سنیں گے۔ اور واعظان کرام کا ہر کلمہ نصیحت یقیناً مؤثر ہوگا۔ آنحضرتؐ نے پھر فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کے تمام مفاخر بجز تولیت حرم اور حجاج کو آب رسانی کے باطل قرار دیے گئے۔ قتل عمد کا قصاص مقرر ہو چکا ہے۔ قتل عمد وہ قتل کہلاتا ہے جو لاٹھی یا پتھر سے عمل میں آئے اس کی دیت سو اونٹ ہے۔ جس نے اس سے زیادہ طلب کیا اس نے جاہلیت کی رسوم کو زندہ کیا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے پیش گوئی کے طور پر فرمایا کہ اسلام کی اس عظیم الشان کامیابی کو صرف عارضی فتح نہ سمجھو بلکہ یقین کرو۔ کعبہ مکرمہ ہمیشہ کے لیے ملت حقیقی کا مرکز بن چکا ہے۔ اور فتنہ پرداز قومیں اب کبھی سر نہیں اٹھائیں گی۔ لوگو شیطان اب قیامت تک کے لیے مایوس ہو چکا ہے کہ اس سرزمین میں اس کی پرستش کی جائے۔ البتہ وہ خوش ہے کہ تم چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کی پیروی کیا کرو گے۔

سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے ذیقعد، ذی الحجہ، محرم اور رجب حرمت کے مہینے کہلاتے ہیں۔ ان مہینوں میں لڑائی اور خونریزی زمانہ جاہلیت میں بھی ممنوع تھی لیکن چونکہ اہلِ عرب کا بڑا ذریعہ معاش غارتگری۔ قافلوں اور مسافروں پر حملہ کرنا اور شبخون مارنا تھا۔ اسی ضرورت کی وجہ سے وہ ان چار مہینوں میں نچلے نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ اس لیے ان مہینوں کو ان سے بدلتے رہتے تھے۔ اس ردوبدل کو عربی زبان میں "نسی" کہتے ہیں۔ کبھی شوال کو ذیقعد کے نام سے موسوم کیا تو کبھی ذی الحجہ کو شوال تک کھینچ لائے۔ اہلِ عرب کی اس مذموم عادت کی وجہ سے حج کا موسم اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا۔ چونکہ اب ایک نئی اور آخری شریعت اور خدائی نظام کا آغاز تھا۔ اس لیے آپ نے فرمایا کہ "لوگو! مہینوں کا آگے پیچھے کر دینا کفر کی زیادتی ہے۔ وہ جو کافر ہیں اس سے اور گمراہ ہوتے ہیں۔ ایک سال اسے حرام قرار دیتے ہیں اور دوسرے سال حلال۔ تاکہ ان مہینوں کی گنتی پوری کر لیں جو اللہ نے حرام کیے ہیں اور اسی طرح حرام مہینوں کو حلال بنا لیں۔ زمانہ پھر پھرا کر آج پھر اس نقطہ پر آ گیا جس پر ابتدا میں خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ مہینے اللہ کے نزدیک بارہ ہیں۔ یہ بات خدا کی کتاب میں اس دن سے بھی ہے جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے تھے۔ ان میں سے چار مہینے محرم ہیں۔ تین متواتر ہیں اور چوتھا ان سے الگ۔ ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہیں۔ کیونکہ میں نے پیغام خداوندی پہنچا دیا سب نے کہا "ہاں" آپ نے فرمایا اللھم اشھد۔ اے خدا تو گواہ رہنا۔

زمانہ جاہلیت میں عورتیں جائداد منقولہ سمجھی جاتی تھیں۔ وہ سوتیلی ماں بن جانے کے باوجود بھی دوسرے اموال و املاک کی طرح متوفی کے بیٹے کو ترکہ کے طور پر ملا کرتی تھیں اور جوشیلے جوئے باز جوئے بازی میں بے تکلف انہیں ہرا دیتے تھے۔ مسخ شدہ تہذیب و تمدن کے اس بگاڑ نے عورت کی حیثیت کو چوپایوں اور جانوروں سے بھی بدتر بنا دیا تھا۔ جیسے مرد کسی طرح اپنی نظر میں [illegible] اٹھے تھے۔ آج پہلا دن ہے۔ جب دنیا کا سب سے بڑا حکیم۔ سب سے بڑا مصلح اور خدا کا آخری پیغمبر اپنے آخری خطبہ میں اس بے کس و کمتر گروہ کے مستقل حقوق قائم کر کے انہیں زندہ رہنے کا حق دیتا ہے۔ اور تہذیب کے فساد نے معاشرت کے جس ایک ضروری حصہ کو

گوشہ ذات میں اس قساوت قلبی کے ساتھ پھینک دیا تھا کہ مرد کے بڑے سے بڑے کسی ظلم کے مقابلے میں عورت کے لب فریاد کے چند لفظ بھی ادا نہیں کر سکتے تھے۔ آج کے ارشادات کے بعد انہیں باعزت زندگی کا پروانہ آزادی دیا گیا ہوا۔ فرمایا کہ

لوگو! عورتوں کا تم پر اور تمہارا عورتوں پر حق ہے۔ تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ غیر مردوں سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔ ان کی زندگی کی ہر مسرت اور ان کے فضل کی ہر متاع صرف تمہارے لیے ہو۔ اگر وہ غیروں سے تعلق رکھیں اور غیروں کو تمہاری اجازت کے بغیر گھر میں آنے دیں۔ جنہیں تم پسند نہیں کرتے تو تمہیں اجازت ہے کہ تم انہیں منع کرو۔ ان سے اپنا بستر الگ کرلو اور حسب حال تہذیب و تادیب کے لیے انہیں مارو۔ اگر اس طرح وہ برائی سے باز آجائیں اور تمہاری اطاعت کرنے لگیں۔ تو ان کا کھانا اور کپڑا تم پر واجب ہے۔ تمہاری نظروں میں عورتیں بہت ذلیل ہیں۔ وہ بیچاریاں حقوق ملکیت سے محروم ہیں۔ تم نے انہیں خدا کی امانت کے طور پر لیا ہے اور اس کے حکم سے جواز مقاربت کی اجازت حاصل کرچکے ہو۔ عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو اور ان سے خیر خواہی کا معاملہ کرو۔

آپ کی پاکیزہ تعلیمات سے اہل عرب مسلمان تو ہو چکے تھے لیکن ان بادہ نشینوں میں ابھی تک جاہلیت کی عادتیں باقی تھیں اور اسلامی تہذیب انہیں مکمل طور پر متاثر نہیں کرسکی تھی خطرہ تھا کہ ان میں غارت گری اور خون ریزی کا جذبہ پھر ابھر نہ آئے اس لیے آپ نے فرمایا کہ لوگو! مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں تمہارے لیے اس وقت تک حلال نہیں جب تک وہ رضامندی سے نہ بخش دے دیکھو! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ باہم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو کیونکہ میں نے تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑی ہے جس کو تم مضبوط پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور یاد رکھو کہ وہ چیز "قرآن" ہے۔

وحدت اسلامی کی منزل میں اس وقت بھی اور آج بھی سب سے بڑا سنگ راہ امتیاز مراتب نسلی تفوق اور گروہی برتری کا تھا آپ نے روئے زمین کے سارے مسلمانوں کو بھائی بھائی قرار دیا۔ اور ان تمام اور بندشوں کو جو بنی نوع انسان نے نسبی شرافت اور خاندانی عظمت کی بنیاد پر باہمی مساوات کے سلسلہ میں پیدا کر رکھی تھیں بیک قلم اٹھا دیا۔ اور فضیلت کا مدار صرف تقویٰ کو قرار دے کر فرمایا کہ

لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے۔ تمہارا باپ ایک ہے سارے لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ کسی عربی کو عجمی پر بجز تقویٰ کے فضیلت حاصل نہیں۔ اس کے بعد آپ نے چند ایسے اصول و احکام کا اعلان فرمایا جو زمانہ جاہلیت کے رسوم سے بہت کچھ مختلف تھے اور تمام صحرا نشین بدوؤں اور دور دراز علاقہ کے باشندوں تک ان کو پہنچا دینے کا اس سے بہتر اور کوئی موقع نہ تھا۔ ارشاد ہوا۔

لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کو اس کا حصہ میراث دے دیا ہے۔ اب کسی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔ لڑکا اس کا ہے جس بستر پر پیدا ہوا۔ زناکار کے لیے حجر (یعنی حرمان ہے) جو لڑکا اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے اس پر خدا کی، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ نہ اس کی توبہ قبول ہوگی نہ فدیہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ نبی برحق نے ایک لاکھ چودہ ہزار جان نثاران توحید کے مجمع عظیم کے سامنے بیت اللہ کے سایہ رحمت میں مسلمانوں کی دینی اور دنیوی زندگی کے لیے یہ زریں اصول ارشاد فرمائے۔ وقت کے خوش خط کاتب نے ہر ہر حرف کو تاریخ کے صفحات پر ابدالآباد کے لیے محفوظ کر دیا۔ ایک لاکھ چودہ ہزار نفوس انسانی کا وہ مجمع کثیر خوش قسمت تھا کہ اس نے اپنے کانوں سے یہ ارشادات سنے اور اپنی آنکھوں سے جمال نبوت کے جلال و کمال کی شاہانہ "تمکنت" و وقار سے آراستہ دیکھا۔ محبت جو اپنی سادگی فطرت اور خلوص نیت کے باوجود راہ محبت میں "رقابت" کو اپنا ایک طریق بنا چکی ہے۔ بڑی رازداری کے ساتھ اس موقع پر کہتی ہے۔

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہے
میں اسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے

اور چودھویں صدی ہجری کے برق رفتار ادوار و اوقات میں زندگی گزارنے والے ہم سب مسلمان بھی اپنی طالعی پر نازاں ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں ان کے ارشادات کے نغمہ الوہیت سے ہماری روح نے کیف اہتزاز کی دولت نہیں پائی۔ لیکن ان کی تعلیم تلقین اور تبلیغ ہم تک پہنچی اور ہم نے حضور کی دعوت پر ماسوائے کا انکار کرکے اللہ کو رب حقیقی، رسول برحق کو آخری نبی۔ کعبۃ اللہ کو اپنا مرکز ایمان و عرفان۔ روضۃ النبی کو اپنی محبت و عقیدت کا سدا بہار چمن بنا لیا۔

زبان کی حفاظت

قاری عبدالکریم میلسوی

زبان کے متعلق گناہوں سے بچنے کے لئے اس آیت پر عمل کرنا کافی ہے۔ لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ جس کا خلاصہ منشا یہ ہے کہ فضول اور بے فائدہ کلام نہ کرو۔ صرف ضروری بات کے اظہار پر اکتفا کرو۔ اسی میں نجات ہے۔ کیونکہ یوں تو اعضاء کے تمام کاموں کا اثر قلب پر پڑتا ہے مگر زبان چونکہ قلب کی سفیر ہے اور جو نقشہ قلب میں کھنچتا اور جس چیز کا تصور دل میں آتا ہے اس کا اظہار زبان ہی کیا کرتی ہے۔ اس لئے اس کی تاثیر قلب پر زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی حفاظت اور نگہداشت ضروری اور اہم ہے کہ تمہاری عبادت و طاعت کا نفع پھل اور صلہ اس کی نگہداشت سے وابستہ ہے۔ اور عبادت میں وسوسے عبادت کا ضائع اور خراب ہونا بھی اکثر اسی زبان کے باعث ہوتا ہے۔ کیونکہ بناوٹ اور سجا کر گفتگو اور غیبت اگرچہ ایک لفظ ہی ہو، سالہا سال کی عبادت و ریاضت کو تباہ اور برباد کر دیتی ہے۔ اسی لئے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ

ماشئ احق بطول السجن من اللسان

سب سے زیادہ جس چیز کو قید و بند میں رکھنا ضروری ہے وہ زبان ہے ——

مروی ہے کہ سات عابدوں میں سے ایک عابد نے کہا اے یونس جو لوگ پوری محنت اور کوشش سے عبادت میں مشغول رہتے ہیں ان کو عبادت پر جو استقامت نصیب ہوتی ہے وہ زبان کی پوری طرح نگہداشت کا نتیجہ ہے۔ پھر اس عابد نے کہا حفظ زبان سے زیادہ پسندیدہ تیرے نزدیک کوئی چیز نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ دل کو ہر قسم کے وسوسوں سے پاک رکھنے کا ذریعہ یہی ہے، پھر ذرا زندگی کے وہ قیمتی لمحات تو یاد کر جو تو نے بیہودہ اور لغو گفتگو میں ضائع کئے ہیں۔ اگر تو ان عزیز لمحات میں توبہ و استغفار کرتا تو شاید کسی نیک گھڑی میں تیری توبہ قبول ہو جاتی۔ اور تیرے گناہ بخش دیئے جاتے اور تجھے نفع ہوتا یا ان لمحات میں لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه کا ورد کرتا رہتا تو تجھے بے حساب اجر و ثواب ملتا، یا ان لمحات میں یہ دعا کرتا۔ اے اللہ میں تجھ سے عافیت اور سلامتی کا سوال کرتا ہوں۔ شاید کسی مبارک ساعت میں یہ الفاظ تیرے منہ سے نکلتے اور تیری دعا قبول ہو جاتی۔ اسی طرح تو دنیا و آخرت کی آفات سے نجات پا جاتا۔ تو کیا لغو اور بیہودہ کلام میں لمحات زندگی کو ضائع کرنا واضح اور بیّن خسارہ نہیں۔ ان اوقات میں اگر زبان کو اور وظائف میں مشغول رکھتا تو بڑے بڑے فائدے حاصل ہوتے۔ اور اپنے نفس اور وقت کو فضول کاموں میں نہ لگا۔ تاکہ روزِ قیامت تجھے ملامت نہ ہو اور میدان محشر میں حساب کے لئے زیادہ دیر نہ رکنا پڑے۔ اس مضمون کو ایک شاعر نے اچھے پیرائے میں ادا کیا ہے ؎

وَإِذَا مَا هَمَمْتَ بِالنُّطْقِ فِي الْبَاطِلِ
فَاجْعَلْ مَكَانَهُ تَسْبِيحًا

جب تو زبان سے کوئی باطل بات کہنے کا قصد کرے تو باطل سے زبان کو روک اور اس کی جگہ خدا کی تسبیح کر۔

(منہاج العابدین ص ۱۶۲ تا ۱۶۳)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص بہت اچھا ہے جو زیادہ باتوں کی جگہ زیادہ مال خرچ کر دے یعنی بند کو کیسہ (تھیلی یا بٹوہ) کے منہ پر سے کھول کر زبان کے منہ پر لگا دے۔ اس لئے کہ اس کی بولی ہوتی ہر

بات لکھی جا رہی ہے۔ قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ

(سورہ قٓ آیت ۱۸)

وہ منہ سے کوئی بات نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک ہوشیار محافظ ہوتا ہے (ترجمہ شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ)

جھوٹی بات اور جھوٹی قسم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ نفاق کا ایک دروازہ ہے۔ فرمایا کہ جھوٹ روزی میں کمی پیدا کر دیتا ہے۔ اور فرمایا کہ سوداگر بڑے نابکار ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیوں۔ بیع حلال نہیں، فرمایا قسم کھاتے ہیں گنہگار ہوتے ہیں۔ گفتگو کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا مومن زنا کرتا ہے۔ فرمایا ممکن ہے کہ کرے۔ عرض کیا جھوٹ بولتا ہے فرمایا نہیں اور یہ آیت تلاوت کی۔

اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

(سورہ النحل رکوع ۱۴۔ پارہ ۱۴ رکوع ۲۰ ماقد آیت ۱۰۵)

جھوٹ تو وہ لوگ بناتے ہیں جنہیں اللہ کی باتوں پر یقین نہیں (ترجمہ شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ)

عبد اللہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ میرے گھر میں ایک چھوٹا بچہ کھیلتا تھا۔ میں نے اس سے کہا آ تجھے کچھ دوں۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا دے گا۔ میں نے عرض کیا خرما۔ فرمایا اگر نہ دے گا تو تجھے جھوٹا لکھا جائے گا۔ اور فرمایا میں تجھے بتاتا ہوں، گناہ کبیرہ کیا ہے وہ شرک اور ماں باپ کی نافرمانی ہے آپ تکیہ لگائے بیٹھے تھے لیکن فوراً سیدھے ہو گئے اور فرمایا۔ اَلَا وَقَوْلَ الزُّوْرِ سن اور جھوٹی بات سے خبردار رہ ــــــ میمون بن ابی سببؓ کہتے ہیں کہ میں ایک خط لکھ رہا تھا۔ ایک ایسے کلمے کا موقع آ گیا کہ اگر میں اسے لکھ دیتا تو خط آراستہ ہو جاتا، لیکن وہ جھوٹ تھا لہٰذا میں نے اسے نہ لکھنے کا ارادہ کر لیا۔ میں نے منادی کو کہتے سنا۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ (سورۃ ابراہیم ۱۴۔ آیت ۲۷)

اللہ ایمان والوں کو دنیا اور آخرت کی زندگی میں سچی بات پر ثابت قدم رکھتا ہے ــــ

(ترجمہ شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کا پیالہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شب عروسی میں عورتوں کو دیا۔ انہوں نے کہا ہمیں نہیں چاہیئے۔ آپ نے فرمایا۔ بھوک اور جھوٹ کو باہم جمع نہ کرو۔ عورتوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی جھوٹ ہے۔ فرمایا یہ جھوٹ ہے۔ اور جھوٹ میں لکھا جاتا ہے۔

خاموشی کے متعلق احادیثِ نبویؐ

(۱) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفٰی بالمرءِ کذبًا ان یحدّث بکلّ ما سمعہ (رواہ مسلم)

روایت ہے حضرت ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفایت کرتا ہے آدمی کو جھوٹ بولنے میں یہ کہ نقل کرے جو کچھ بھی کہ سنے (بلا تحقیق)

(۲) عن ابی سعید رفعہٗ قال اذا اصبح ابن آدم فان الاعضاء کلّھا تکفّر اللّسان فتقولوا اتّق اللہ فینا فانّا نحن بک فان استقمت استقمنا وان اعوججت اعوججنا (رواہ الترمذی)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مرفوعاً فرمایا حضرت نے جس وقت صبح کرتا ہے بیٹا آدم کا پس تحقیق سارے اعضاء عاجزی کرتے ہیں روبرو زبان کے اور کہتے ہیں ڈر اللہ سے بیچ حق ہمارے کے اس لئے کہ تحقیق ہمارا معاملہ تیرے ساتھ ہے پس اگر سیدھی رہی تو تو سیدھے رہیں گے ہم اور اگر ٹیڑھی ہو گئی تو ٹیڑھے ہوں گے ہم۔

(۳) عن اسلم قال ان عمرؓ دخل یومًا علٰی ابی بکرِ الصّدیقؓ وھو یجبذ فقال عُمَرُ مَہ

(باقی صفحہ ۲۰ پر)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے

آمنہ خانم عاصی

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ مجھ سے اپنے والدین اور اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبت نہ کرے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ غلامانِ مصطفٰے و صحابہ کرامؓ کے قلوب میں محبتِ رسول کا بے پناہ جذبہ موجود تھا۔ اس سے متعلق بہت سے واقعات کتابوں میں ملتے ہیں۔ یہاں چند جاں نثاروں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جس سے یہ حقیقت بے نقاب ہو جائے گی۔ کہ شمعِ نبوت کے ان پروانوں نے اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے کس طرح حقِ محبت ادا کیا۔

(۱) پیغمبرِ اسلام رسول مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم کعبہ میں توحید خالص کا اعلان فرمایا۔ تو ہر طرف سے کفار ٹوٹ پڑے۔ اور آپؐ کو انتہائی اذیت پہنچانے کے درپے ہو گئے۔ اتنے میں آپؐ کے ربیب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے پہلے خاوند کے فرزند حضرت حارثؓ بن ابی ہالہؓ آپؐ کی امداد و نصرت کے لئے دوڑتے ہوئے چلے آئے۔ اور مآل سے بے خطر ہو کر آپؐ کو بچانا چاہا۔ لیکن ہر طرف سے ان پر تلواریں ٹوٹ پڑیں۔ اور اپنے محبوب و مظلوم پیغمبر کی حفاظت کے لئے جامِ شہادت نوش فرماتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ (تذکرۃ الصحابہ)

(۲) غزوہ اُحد میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے نرغہ میں پھنس گئے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ کون ان کفار کی مدافعت کرتے ہوئے جنت کے عوض ہم پر جان نثار کرتا ہے۔ اس اعلان کے بعد انصار مدینہ کے سات جاں نثاروں نے باری باری اپنی جانیں فدا کر دیں۔

(۳) عشرہ مبشرہؓ میں سے ایک جلیل القدر صحابی حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے جنگِ اُحد میں دشمنوں کی تلواروں کو اپنے ہاتھوں پر روک کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو بچا لیا۔ یہاں تک کہ ان کا ہاتھ شل ہو گیا۔

(۴) حضرت خبیب کو جب سولی پر لٹکانے کا وقت آیا۔ تو حضرت ابو سفیانؓ نے بحالت کفر پیش کش کی۔ کیا تجھے یہ پسند ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ہوں۔ اور ہم ان کی گردن اڑا دیں اور تجھے چھوڑ دیں کہ تو اپنے گھر چلا جائے۔ حضرت خبیبؓ نے فرمایا۔ خدا کی قسم میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے رہا کر دو۔ اور میں اپنے گھر چلا جاؤں۔ اور اس کے صلہ میں حضور صلعم کو جہاں بھی آپؐ ہیں۔ ایک کانٹا بھی چبھے اور آپؐ کو تکلیف ہو۔

(۵) جنگِ اُحد میں ستر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بڑی بے دردی سے شہید کئے گئے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ سعد بن ربیعؓ کی تحقیق کرو۔ کہ وہ زندہ ہے یا شہید ہو گیا ہے۔ تو ایک انصاری نے یہ کہتے ہوئے ذمہ اٹھایا۔ کہ میں اس کی تحقیق کر کے مطلع کروں گا۔ چنانچہ وہ تحقیق کرتے کرتے سعد بن ربیع کے پاس جا پہنچے دیکھا تو معلوم ہوا۔ کہ وہ زخموں سے نڈھال ہو گئے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے۔ فرمانے لگے۔ بس آخرت کی تیاریوں میں ہوں۔ انصاریؓ بولے۔ مجھے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے بھیجا ہے کہ تمہاری حالت سے آپؐ کو مطلع کروں۔ انہوں نے فرمایا۔ حضورؐ کو میرا سلام کہنا۔ اور میری طرف سے قوم کو سلام دینا۔ اور کہنا کہ سعد بن ربیعؓ کہتا ہے اگر تم میں سے ایک متنفس بھی زندہ رہا۔ اور تمہاری موجودگی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی گزند پہنچا تو یہ محبتِ رسولؐ کے خلاف ہوگا۔ سعد بن ربیع موت و حیات کے آخری لمحات میں مبتلا ہے۔ ان لمحات میں بھی حضور صلی اللہ

باقی صفحہ ۲۰ پر

ہسپانیہ کا ایک جلیل القدر عالم

امام ابن حزم ظاہریؒ

جسے سیاست میں ناکامی نے ایک عظیم مصنّف اور مفکّر بنا دیا

تحریر: محترمہ ثروت صولت

تاریخ ہسپانیہ کے اسلامی دور میں جو عظیم ہستیاں ہوئی ہیں ان میں ابن حزمؒ کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ وہ صرف ایک کثیر التصانیف مصنّف ہی نہیں تھے بلکہ ایک اجتہادی شان رکھنے والے مفکر بھی تھے۔ ابن حزمؒ اگرچہ اندلس کے دوردراز ملک میں پیدا ہوئے اور انہوں نے عربی میں کتابیں لکھیں لیکن وہ نسلاً ایرانی تھے۔ ان کا نام علی تھا اور کنیت ابو محمد تھی لیکن وہ اپنے پردادا حزم بن غالب کی نسبت سے ابن حزم کے نام سے مشہور ہوئے۔

ابن حزم کے جدِ اعلیٰ یزید فارسی مشہور صحابی یزید بن ابی سفیان (جو امیر معاویہؓ کے بھائی تھے اور اس لشکر کے قائد تھے جسے حضرت ابوبکرؓ نے اردن کی طرف روانہ کیا تھا) آزاد کردہ غلام تھے۔ وہ اس خاندان کے پہلے فرد ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ اسلام لانے سے پہلے وہ عیسائی تھے۔ ابن حزم کے اجداد میں جو صاحب سب سے پہلے اندلس آئے وہ یزید فارسی کے پڑپوتے خلف بن معدان ہیں۔ اندلس آنے کے بعد انہوں نے مغربی اندلس کے قریہ منت لیشم میں سکونت اختیار کرلی جو موجودہ ہسپانیہ اور پرتگال کی سرحد پر ضلع لبلہ میں واقع تھا۔ بعد میں ابن حزم کے بزرگ اگرچہ دارالخلافہ قرطبہ چلے گئے جہاں وہ ممتاز عہدوں پر فائز رہے۔ لیکن قریہ منت لیشم سے ان کے خاندان کا تعلق آخر وقت تک قائم رہا۔

ابن حزم قرطبہ میں ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اندلس میں اموی خلافت قائم تھی اور حکومت کے سارے اختیارات حاجب محمد بن ابی عامر (۳۶۶ھ تا ۳۹۲ھ) کو حاصل تھے۔ جو تاریخ میں منصور کے نام سے مشہور ہوئے۔ منصور کے تحت اندلس اپنے عروج کی انتہا کو پہنچ چکا تھا شمال میں خلیج بسکے تک قرطبہ کی حکومت کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور جنوب میں مراکش کا ایک بڑا حصہ جس میں فاس کا ایک تاریخی شہر بھی شامل تھا اندلس کے زیرِ اقتدار آ چکا تھا۔ ابن حزمؒ کے والد اسی زمانے میں منصور کے وزیر تھے۔ ان کی وزارت منصور کے بعد ان کے لڑکے مظفر (۳۹۲ھ تا ۳۹۹ھ) کے عہد میں بھی برقرار رہی۔ والد کے اس قدر بلند منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے ابنِ حزمؒ کو بہترین تعلیم ملی اور علم حاصل کرنے کی زیادہ سے زیادہ سہولتیں حاصل رہیں، بعد میں جب علمی مباحثوں کی وجہ سے علماء ان کے مخالف ہو گئے تھے تو ابنِ حزم ان کو یہ کہہ کر طعنہ دیا کرتے تھے کہ:

"میں نے تم لوگوں کی طرح چٹائی پر بیٹھ کر اور دستِ سوال دراز کر کے علم نہیں حاصل کیا ہے بلکہ قالینوں پر بیٹھ کر دادِ علم دی ہے۔"

لیکن ابن حزم کو یہ سکون و اطمینان زیادہ عرصہ حاصل نہیں رہا۔ بنی عامر کے بڑھتے ہوئے اقتدار کے خلاف اموی خاندان والوں نے شورش کی اور نئے حاجب عبدالرحمٰن کو جو اپنے بھائی مظفر کے بعد اقتدار کی گدی پر بیٹھا تھا، قتل کر دیا۔ قرطبہ میں وہ ہنگامے اور فساد ہوئے کہ اموی سلطنت کا ڈھانچہ ایک ہی جھونکے میں دھڑام سے گر گیا اور اندلس متعدد چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں تقسیم ہو گیا۔ بنو عامر کے اس زوال کے ساتھ ہی خاندان ابن حزم کو زوال آ گیا۔ ابنِ حزم کے والد کو وہ رتبہ حاصل نہیں رہا جو بنی عامر کے زمانے میں حاصل تھا۔ دو سال بعد ہنگاموں ہی کے زمانے میں ۴۰۲ھ میں ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ ان ہنگاموں میں ابن حزم کا شاندار محل جو قرطبہ کے مغربی محلے بلاطِ مغیث میں واقع تھا مسمار کر دیا گیا۔ ابن حزم کو قرطبہ چھوڑنا پڑا۔ اور وہ ۴۰۴ھ میں المریہ میں آباد ہو گئے۔ اس وقت ان

کی عمر صرف بیس سال تھی۔

یہ زمانہ بڑی افراتفری کا تھا۔ پورا ملک طوائف الملوکی اور انتشار کا شکار تھا۔ اس قرطبہ میں جہاں ڈھائی سو سال میں دس حکمران ہوئے تھے ۳۹۹ھ سے ۴۱۸ھ تک انیس سال کی مختصر مدت میں نو حکمران یکے بعد دیگرے تخت پہ بیٹھے اور اتارے گئے۔ ملک کے دوسرے شہروں کا بھی یہی حال رہا۔ ہر بڑے شہر میں ایک مستقل حکومت قائم ہو گئی تھی۔ ابن حزم کا اس عرصے میں کئی شہروں سے تعلق رہا۔ وہ ۴۳۰ھ سے ۴۴۰ھ تک یعنی دس سال جزیرہ مجورکہ (جزائر بلیارک) میں بھی رہے۔ شروع میں انہوں نے سیاست میں بھی حصہ لیا اور کچھ مدت قرطبہ میں وزیر بھی رہے، جنگ میں بھی شریک ہوئے، گرفتار بھی ہوتے۔ لیکن یہ زندگی ان کو راس نہ آئی اور غیر مستحکم سیاسی حالات نے ابن حزم کو سیاست سے کنارہ کشی پہ مجبور کر دیا۔ ۴۱۲ھ کے بعد انہوں نے اپنی تمام توجہ تصنیف و تالیف اور اشاعتِ علوم پر صرف کر دی۔ ایک لحاظ سے یہ سیاسی تبدیلیاں ابن حزم کے لیے مفید ہی ثابت ہوئیں۔ کیونکہ اگر سیاسی حالات موافق ہوتے تو شاید ان کو سیاست چھوڑ کر قلم سنبھالنے کا بہت کم موقع ملتا اور اس طرح اندلس اپنے سب سے بڑے مصنف اور دنیائے اسلام ایک ذہین عالم اور مفکر سے محروم ہو جاتی۔

ابن حزم نے تصنیف و تالیف کا آغاز غالباً ۴۲۶ھ سے کیا اور جس وقت ان کی عمر ۴۲ سال تھی۔ یہ سلسلہ ان کی وفات تک پوری قوت سے جاری رہا۔ اور ۳۰ سال کی مدت میں انہوں نے تقریباً چار سو کتابیں اور کتابچے تصنیف کئے۔ جن کے اوراق کی تعداد اسی ہزار بتائی جاتی ہے۔ اس کثیر نویسی کی دنیا میں کم مثالیں ملتی ہیں اور اسلامی تاریخ میں طبری، ابن جوزی اور سیوطی کے علاوہ اس میدان میں ان کا شاید کوئی حریف نہیں ہے۔ ابن حزم کی بیشتر تصانیف اب ناپید ہیں اور غالباً تمام کتابوں کے نام بھی محفوظ نہیں۔ لیکن ان کی مشہور کتابوں میں سے سوائے "حدود المنطق" کے تقریباً تمام کتابیں اب بھی موجود ہیں اور کئی زیورِ طبع سے آراستہ بھی ہو گئی ہیں۔

ابن حزم کا کتب خانہ بہت بڑا تھا جس میں ہر علم و فن کی کتابیں تھیں۔ مطالعہ کی اس سہولت کی وجہ سے ان کے علم میں بڑی وسعت پیدا ہو گئی تھی۔ پھر حافظہ بھی غیر معمولی پایا تھا جو چیز ایک بار پڑھ لیتے تھے کبھی نہیں بھولتے تھے۔ فقہ، حدیث، تاریخ، علم کلام، ادب اور شاعری پہ ان کی نظر خاص طور پہ وسیع تھی۔ اور انہوں نے ان تمام موضوعات پر کتابیں لکھیں۔ وہ حافظ قرآن بھی تھے۔ ان کی تصانیف کو جس وجہ سے امتیاز حاصل ہے وہ ان کی اجتہادی صلاحیت ہے وہ ہر عظیم انسان کی طرح تقلید سے آزاد تھے اور کسی چیز کو علم و دانش کی کسوٹی پہ پرکھے بغیر قبول کرنے پر تیار نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریروں میں ندرت اور گہرائی پائی جاتی ہے۔ ابن حزم شروع میں شافعیؒ تھے۔ پھر انہوں نے ظاہری مسلک اختیار کر لیا جو بغداد کے مشہور عالم ابوداؤد ظاہری کی طرف منسوب ہے وہ ظاہر کتاب و سنت پہ عمل کرتے تھے۔ لیکن اگر کوئی نص نہ ملے تو ان کا عمل اجماع پہ ہوتا تھا، وہ تاویل کے مخالف تھے۔

ابن حزم کی تصانیف میں بہت اہم ہے۔ یہ فقہ شافعی کی ایک ضخیم کتاب ہے۔ مصر کے مشہور عالم شیخ عزیز الدین بن عبدالسلام کہتے تھے کہ "میں نے جتنا علم ابن حزم اور مغنی ابن قدامہ میں دیکھا، اتنا کسی اور کتاب میں نہیں دیکھا یہ کتاب مصر میں چھپ گئی ہے۔

منطق میں انہوں نے التقریب الحدود المنطق کے نام سے ایک معرکۃ الآرا کتاب لکھی تھی۔ جس میں انہوں نے ارسطو کی منطق پہ سخت تنقید کی تھی۔

علامہ اقبال نے اپنی کتاب تشکیل الٰہیات میں لکھا ہے۔ کہ :-

"ابن حزم نے اس کتاب میں SENSE PERECEPEION پہ مآخذ علم کی حیثیت سے زور دیا ہے اور اس طرح مشاہدہ اور تجربہ کا طریقہ نکالا"

اس کتاب میں اقبال ایک اور جگہ لکھتے ہیں :-

"یہ فرض کرنا کہ تجرباتی طریقہ یورپ کی ایجاد ہے ایک غلطی ہے۔ راجر بیکن (۱۲۱۴ء تا ۱۲۲۹ء) کا تصور سائنس فرانس بیکن (۱۵۶۱ء تا ۱۶۱۶ء) کے مقابلے میں زیادہ صاف اور واضح ہے۔ لیکن راجر بیکن نے اپنی سائنسی تعلیم کہاں حاصل کی ہسپانیہ کی اسلامی درسگاہوں میں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کی کتاب (OPUSMAJUS) ابن حزم کی "المنظر" کی نقل ہے اور اس کتاب میں ابن حزم کے اثرات بھی کم نہیں ہیں۔"

ایک عرب محقق ڈاکٹر عمر فروخ نے اپنی کتاب "عبقریۃ العرب" میں کانٹ کے نظریہ کو ابنِ حزم کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"ابن حزم نے حواس، عقل اور برہان کے ذریعے حقیقت تک پہنچنا ثابت کیا ہے۔"

افسوس کہ ابن حزم کی کتاب حدود المنطق اب نایاب ہے لیکن اس کے تفصیلی اقتباسات ان کی ایک دوسری کتاب الملل والنحل میں موجود ہیں۔

"الملل والنحل" ابن حزم کی سب سے قیمتی اور گرانقدر تصنیف ہے۔ یہ کتاب مذاہب کی تاریخ ہے اس میں انہوں نے یہود، نصاریٰ اور اسلامی فرقوں کے عقائد پیش کرنے کے بعد ان پر تنقیدی نظر ڈالی۔ "الملل والنحل" دنیا میں پہلی کتاب ہے جس میں دنیا کے مختلف مذاہب کا باہمی مقابلہ کیا گیا۔ اس کتاب میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں کا تضاد بھی بتایا ہے اور بائیبل کے واقعات پر تنقید بھی کی ہے۔ بقولِ فلپ، حتّٰی کہ یہ وہ موضوع ہے جس کی طرف سولہویں صدی تک کسی نے توجہ نہیں کی تھی۔ اس کتاب میں ضمنی طور پر ابن حزم نے متعدد ایسے موضوعات پر بحث کی ہے جو ہماری فکری تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں مثلاً انہوں نے زمین کے گول ہونے کے مسئلہ پر بحث کی ہے اور زمین کے گول ہونے کو ثابت کیا ہے اس کے علاوہ انہوں نے سحر اور جادو کی حقیقت سے بھی بحث کی ہے۔ الملل والنحل کا اردو میں ترجمہ ہو گیا ہے جو چار جلدوں پر مشتمل ہے۔

فقہی مسائل میں ابن حزم کی رائے بڑی اہمیت رکھتی ہے ان کے بعض خیالات سے علمائے وقت نے بڑا اختلاف کیا۔ اس میں شک نہیں کہ ابن حزم اس بحث میں بہت سی جگہ حدِ اعتدال سے بڑھ گئے۔ وہ اگرچہ طبعاً متقی، سادہ طبیعت اور منکسرالمزاج تھے لیکن مزاج میں اس قدر غصہ تھا کہ اختلاف رائے کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ چنانچہ مشہور تھا کہ ابن حزم کی زبان میں وہی تیزی ہے جو حجاج کی تلوار میں تھی۔ یہ مباحثے ابن حزم کے لیے بڑے مصائب کا باعث بن گئے۔ علمائے مصر ان کے خلاف ہو گئے۔ ان کی تذلیل کی گئی اور ان کی کتابوں کو جلایا گیا۔ لیکن ان کی جتنی مخالفت ہوتی تھی ابن حزم اس کا اتنی ہی شدت سے جواب دیتے تھے۔ جب اشبیلیہ میں ان کی کتابیں جلائی گئیں تو انہوں نے اپنے اشعار میں نہایت لطیف طنز کی۔

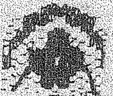
بہرحال ابن حزم کی وفات کے بعد ان کی مخالفت کم ہوتی گئی۔ ان کے اختلافی مسائل ان کے زیادہ اہم افکار کے مقابلے میں دب گئے اور ابن حزم کی عظمت میں بتدریج اضافہ ہوتا گیا۔ چھٹی صدی میں موحدین کی عظیم الشان سلطنت بڑی حد تک ان کے اصولوں پر قائم تھی خاندان کے سب سے بڑے حکمران یعقوب المنصور نے ایک مرتبہ ان کے مقبرے کی زیارت کے موقع پر کہا۔

"تمام علماء کو مشکل موقع پر ابن حزم کی طرف رُخ کرنا پڑتا ہے۔"

مشہور صوفی اور مفکر ابن عربی فقہی لحاظ سے ابنِ حزم ہی کے مسلک پر تھے اور آج ابن حزم کے معاصرین میں سے کسی کو بھی وہ عظمت اور شہرت حاصل نہیں جو ابن حزم کو حاصل ہے۔

اب ہم اس مضمون کو ابن حزم کے ایک زرّیں مقولہ پر ختم کرتے ہیں:

"اگر تم امیرانہ زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو ایسا طریقہ اختیار کرو کہ اگر تمہارے پاس دولت نہ رہے تو غربت کی حالت میں زندگی بسر کرنے سے بھی تکلیف نہ ہو۔"



حضرت عثمان ذی النورینؓ

خورشید علی مہر

پرتوِ نورِ محمدؐ نورِ ذی النورینؓ ہے
عالم آرا جلوۂ مستور ذی النورینؓ ہے

فقر و استغنا کا عالم، عشقِ حق، عشقِ نبیؐ
ہر نفس گنجینۂ معمور ذی النورینؓ ہے

مول لے کر چاہِ روما کر دیا وقف آپؓ نے
یہ سِیَر میں قصّہ مشہور ذی النورینؓ ہے

منسلک تھیں آپؓ سے دو قرۃ العینِ رسولؐ
دو جہاں میں کب جوابِ نورِ ذی النورینؓ ہے

ناشرِ آئینِ حق، شیرازہ بندِ دینِ حق
مرحبا کیا کوششِ مشکور ذی النورینؓ ہے

کور ذوق و کور باطن کس طرح سمجھیں اسے
کس کی شمعِ انجمن کا نور ذی النورینؓ ہے

جب تلک دنیا میں ہے مذکورِ حق ذکرِ نبیؐ
مہرؔ تب تک دہر میں مذکور ذی النورینؓ ہے

ٹیلیفون نمبر
٦٤٥٢٥

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر
٦٠٢٧

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۴۲۲۱ مورخہ ۴ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۸۱-۲۲۶ مورخہ ۶ نومبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۹/۶۷-۲۰ D.D.A مورخہ ۴ اگست ۱۹۶۳ء (۴) راولپنڈی ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبر G.M/۲۰-۱۵۲۱۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۶ء

بقیہ: زبان کی حفاظت

غفر اللہ لک فقال لہ ابوبکر ان ھذا اوردنی الموارد۔ (۲۱۵۲)

حضرت عمرؓ ایک دن حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ابوبکرؓ اپنی زبان کو باہر کھینچ رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ رک جائیے اللہ آپ کو بخشے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا عمر یہی تو ہے جس نے مجھے ہلاکتوں میں ڈالا۔

(۳) عن عمران بن حصین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مقام الرجل بالصمت افضل من عبادۃ ستین سنۃ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

روایت ہے حضرت عمران بن حصینؓ سے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرتبہ آدمی کا چپ رہنے کے سبب اتنا بڑھ جاتا ہے کہ ساٹھ برس کی عبادت سے وہ مقام نہیں پاتا۔

اے زبان سارے مزے لیتی ہے تو
ذکر کی لذتوں سے کیوں غافل ہے تو

بقیہ: شہداء بالاکوٹ

کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ تو کیا آج دنیا کی ان قوموں کے سامنے جن سے تم نے مسلمانوں کے لئے الگ خطۂ زمین کا مطالبہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جہاں ایک ایک ذرہ ذرہ کا حساب دینا پڑے گا کیا جواب دو گے؟ خدا نے تم کو ایک ایسا نادر و نایاب عطا کیا ہے جس کے حصول میں چراغ محبت نے سیکڑوں برس جلیں اور اسلام نے ہزاروں صفحے الٹے جس کی حسرت

دل آزمند و میں خدا کے لاکھوں پاک نفس اور عالی ہمت بندے دنیا سے چلے گئے۔ اس موقع کو اگر تم نے ضائع کر دیا۔ تو اس سے بڑا تاریخی سانحہ اور اس سے بڑھ کر حوصلہ شکن اور یاس انگیز واقعہ نہ ہوگا بالاکوٹ کے ان شہیدوں کا جو ایک دور افتادہ بستی کے ایک گوشے میں آسودۂ خاک ہیں۔ ان سب لوگوں کے لئے جو اقتدار و اختیار کی نعمت سے سرفراز اور ایک آزاد اسلامی ملک کے باشندے ہیں پیغام ہے کہ

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ (سورہ محمد ۲۲:۴۷)

(ترجمہ: کیا یہ احتمال بھی ہے کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو تم زمین میں فساد کرو۔ اور قطع رحمی سے کام لو)

بقیہ: محمد رسول اللہ کی محبت

علیہ وسلم کی خیریت و عافیت کی کس قدر فکر ہے۔ اسی فلسفۂ محبت کا نقشہ مولانا ظفر علی خان نے اپنے ان اشعار میں کھینچا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

حج اچھا، نماز اچھی، روزہ اچھا، زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں خواجۂ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا